عظمتِ خاتون کربلا

آیۃ اللہ علامہ سید مجتبیٰ حسن کامونپوری صاحب قبلہ

۱۔ فضیلت وکمال کے دانشکدہ میں ''اُم الکتاب''، مصائب وابتلاء کی دنیا میں ''ام المصائب''، مہبط وحی وتنزیل رسولِ خاتم کے اصول حکمت ومعرفت کی وارث، ہمت وحسن بیان وخلوص میں حیدر صفدر، علی حکیم کی پرتو، احتجاج وغیرت دین اور ذہن وکردار کی عصمت میں مثیل زہرا، خامس آل عبا سید الشہداء کی شریک کار، اسرار امامت کی امین اور بیمار امام سید سجاد حضرت زین العابدینؑ کی کفیل، حضرت زینبؑ کبریٰ سے وہی شخص ناواقف ہوگا جسے المیہ کربلا کی کوئی خبر نہیں یا جس نے عالمی تحریکات کی تاریخ نہیں پڑھی ہے یا جس کے سامنے نسائیت کے ارتقاء اور اس کے زرّیں خدمات یا اس کے اخلاقی فتوحات کے کارنامے نہیں ہیں۔

۲۔ تاریخ کے سامنے صنف نازک کی مثالی شخصیت خاتون جنت کی تھی۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے گفتگو اور بیان میں رسولؐ اللہ سے کسی کو فاطمہؑ سے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔ جب حضرت فاطمہؑ آئیں تو جناب رسولؐ خدا ان کے استقبال کو آگے بڑھتے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ حضرت عائشہ ہی کا بیان ہے کہ میں نے فاطمہؑ سے ان کے باپ کے سوا کسی کو افضل نہیں پایا۔ (۵۳، اشرف المؤید لال محمد از علامہ یوسف بن اسمٰعیل تہرانی بیروتی شافعی موجود ۱۳۱۸ھ) سرور عالمؐ نے خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرمایا: بیٹی! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ کل عالم کی عورتوں کی سردار ہو۔ خاتون جنت نے پوچھا بابا پھر مریم کی کیا جگہ ہوگی۔ فرمایا وہ اپنے عالم کی عورتوں کی سردار تھیں قدرت کی فیاضی نے ثانئ زہرا حضرت زینبؑ کبریٰ کو ان کی شبیہہ بنا دیا اور انھیں ان بہترین صفات سے آراستہ کیا کہ ان کو دیکھ کر خاتون جنت کے کمالات پر روشنی پڑنے لگی۔

خصوصاً قوت برداشت کے عطیہ سے جس قدر قدرت نے ثانئ زہرا کو نوازا اُسے انسانی معجزہ کہہ لیجئے یا حجۃ الاسلام شیخ محمد حسین اصفہانی نجفی کے شعر کی زبان میں اسے عجائب روزگار کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔

لَهَا مِنَ الصَّبْرِ عَلىٰ الْمَصَائِبِ
مَا جَلَّ اَنْ يُعَدَّ فِي الْعَجَائِبِ

۳۔ اگرچہ خاتون کربلا نانا (سرور امم حضرت رسولؐ خدا) اور ماں (خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؑ) کی وفات کے وقت تقریباً سات سال کی تھیں لیکن ذہنی توانائی اور فکری بلوغ کی تجلیوں سے ان کی زندگی کا تار تار روشن تھا۔ اسی سن میں انھیں سیدۂ عالمؑ کا فدک کا تاریخی خطبہ زبانی یاد تھا۔ انھیں کی نسبت سے خاندان والے فخر و ناز سے اس تقریر کی روایت کرتے تھے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ثقافتی زندگی، تخلیقی خدمات اور انسان ساز ماحول سے کتنے مردوں اور عورتوں نے معیاری فکر وعمل کا درس لیا اور

کامیاب انسان بن کر تاریخ کے فلک پر چمکتے ہوئے ستارے بن گئے۔ اس بحر ذخّار سے خاتون کربلا نے اس عہد کی خواتین میں سب سے زیادہ فیض اٹھایا۔

۴۔ خاتون کربلا کی بے نظیر صلاحیتوں کے اعتبار سے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا تھا جو ان کے شریک زندگی ہونے کے لئے موزوں ہوتا............ خاندان میں عبداللہ بن جعفر کئی وجہ سے اس رشتے کے اہل سمجھے گئے۔

وہ قومی شہید حضرت جعفر طیار کے بیٹے تھے۔ حضرت علیؑ کے حقیقی بھتیجے ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ہی کی آغوش میں ان کی تربیت ہوئی تھی۔ خاتون کربلا اور ان کے تصورات زندگی میں ہم رنگی تھی۔ دونوں ایک ہی سرچشمے سے سیراب ہوئے تھے۔ عبداللہ علم وادب وفقہ وحدیث کے خوشہ چین تھے۔ مشہور مورخ سلیم بن قیس ہلالی ان سے روایت کرتے ہیں............ سخاوت ومہماں نوازی سے ان کا لقب ''عبداللہ بن جعفر جواد'' پڑ گیا تھا۔ وہ سماج کے ہمدرد وخبرگیر تھے اہل مدینہ ایک دوسرے سے اس وعدے پر قرض لیتے کہ عبداللہ بن جعفر کے پاس سے ہمارا وظیفہ آئے گا تو ہم قرض ادا کردیں گے۔ واقعۂ کربلا میں صحت کی خرابی اور بعض دوسری شرعی مصلحتوں کی وجہ سے وہ شریک نہ ہوسکے۔ لیکن ان کی نیابت میں ان کے فرزندوں نے اپنی قربانیاں پیش کیں۔ ۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔

حضرت عبداللہ جناب زینبؑ کے بڑے قدردان تھے۔ شادی کے بعد حضرت عبداللہ اور جناب زینبؑ دونوں حضرت علیؑ ہی کے ساتھ رہتے تھے۔ جب حضرت علیؑ نے اپنے زمانۂ حکومت میں کوفہ کو وطن بنالیا تو حضرت عبداللہ اور جناب زینبؑ نے بھی امام ہی کے ساتھ کوفہ میں قیام کیا۔ امیرالمومنینؑ کی شہادت ماہ رمضان ۴۰ھ میں ہوئی۔ امیرالمومنینؑ باری باری امام حسنؑ وحسینؑ اور خاتون کربلا کے یہاں افطار فرماتے تھے۔ خود خاتون کربلا بیان فرماتی ہیں کہ ۱۹؍رمضان کو امیرالمومنینؑ کا افطار میرے یہاں تھا۔

(نزہۃ المحبین فی فضائل امیرالمومنینؑ از علامہ شیخ جعفر نقدی مرحوم مطبوعہ نجف ۱۹۵۰ء)

۵۔ امیرالمومنینؑ کے زمانہ میں بھی امام حسنؑ وحسینؑ اپنی عزیزترین بہن کی طرف بہت متوجہ تھے۔ ان کے گھر کے چھوٹے بڑے مسائل میں دلچسپی لیتے............ اسی روایت افطار میں خود حضرت زینبؑ کی زبانی مذکور ہے کہ وہ بطیں جو روز شہادت امیرالمومنینؑ کے دامن سے لپٹ رہی تھیں وہ امام حسینؑ ہی کا تحفہ تھیں۔ امیرالمومنینؑ کی وفات کے بعد تو بھائیوں کے مہر ولطف نے باپ کی شفقت کا مزہ دیا۔

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ بہن کی نظر میں بزرگوں کی یادگار اور نشانی رہ گئے تھے۔ امام حسینؑ کی نظر میں بہن کی صلاحیتوں کی قدر اور ان سے غیر معمولی اُنس کا یہ حال تھا کہ وہ ان کی معمولی معمولی باتوں پر بھی توجہ رکھتے۔

طرفین کی باہمی بے انتہا محبت کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ حضرت زینبؑ کے تمام نجی اور گھریلو مسائل بھی امام حسینؑ کے اشارے کے بغیر انجام نہ پاتے............ حضرت زینبؑ اور عبداللہ دونوں امام حسینؑ کو اپنا سرپرست ونگراں سمجھتے بلکہ ایک نسبی رشتہ سے زیادہ دونوں امام کو خدا کا ولی اور رسولؐ کا نائب سمجھتے۔

معاویہ نے مدینہ کے گورنر مروان کولکھا کہ بنت عبداللہ بن جعفر سے یزید کی منگنی کرو۔ ان کے باپ جتنا مہر چاہیں مقرر کریں ہمیں منظور ہے۔ ان کا قرضہ بھی ادا کر دیا جائے گا......مروان نے جب یہ پیام ان کو پہنچایا تو پہلی بات جو حضرت عبداللہ کے منھ سے نکلی تھی یہ تھی کہ یہ مسئلہ حسینؑ سے متعلق ہے۔ امام کو جب خبر ہوئی آپ نے فوراً ان کا عقد اپنے بھتیجے قاسم بن محمد سے کر دیا۔ عبداللہ بن جعفر نے امام حسینؑ کے سفر شہادت کے موقع پر جو باتیں کہی تھیں وہ ان کا عقیدہ تھیں ''آپ خدا کا نور، ہدایت کا نشان اور مومنین کی امید ہیں''۔ (مقتل الحسین خوارزمی، ۵۶۸ھ ص ۱/۲۱۸)

۶۔ خاتون کربلا کی ولادت سے واقعہ کربلا تک ان کی زندگی کے پچاس سال ایسے مختلف دور سے گزرے جن کے اثرات سے تاریخ بوجھل ہے......ان کا مقصد زندگی وسیع تھا۔ انھوں نے اپنا ایک میدان عمل بنا لیا تھا۔ بیدار فکر، بصیرت ذمہ داری وفرض شناسی سے وہ شخصی وسماجی زندگی کی خدمت کرتی رہیں، عبادت اور شوہر واولاد، خاندان وہمسایہ وملت کی بے لوث خدمت میں ان کے روز وشب گزرتے......اگر ان کی زندگی کی ایک سرسری تقسیم کی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ایک دور آغاز شعور سے امام حسینؑ سے سوال بیعت پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا دور مدینہ سے امام کی ہجرت سے شروع ہوتا ہے اور سید الشہداء کی شہادت پر ختم ہوتا ہے تیسرا دور کربلا کی شام غریباں سے شروع ہوتا ہے اور دمشق میں رہائی کے بعد مدینہ واپسی پر ختم ہوتا ہے۔ باقی زندگی اسی آخری دور کی تشریح ہے۔

۷۔ امام نے جب رخت سفر باندھا تو دوست دشمن، موافق ومنافق نے مختلف مشورے دیئے۔ ابن عباس بھی جن کے خلوص میں ہمیں شک نہیں امام کو مشورہ دیتے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جایئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ بھی اسی طرح نہ قتل کر دیئے جائیں جس طرح عثمان قتل ہوئے اور ان کے بچے ان کے قتل کا منظر دیکھتے رہے۔

(اخبار طوال، ابوحنیفہ دینوری ۲۸۱ھ ص ۲۴۴ مطبوعہ مصر)۔

محمد بن حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر کے مشورہ میں یہ ٹکڑا نہیں ملتا۔ اس لئے کہ ابن عباس کی بہ نسبت یہ لوگ خاتون کربلا کی صلاحیتوں سے زیادہ واقف تھے۔ ابھی تک کوئی ایسا موقع نہیں آیا تھا جس میں حضرت زینب کی انفرادیت اور شخصیت کا علم سب کو ہوتا۔ عبداللہ بن جعفر نے مکہ سے اپنے دو فرزند محمد اور عون کو امام حسینؑ کے ساتھ کر دیا تھا۔ عون تو حضرت زینبؑ کے بطن سے تھے۔ لیکن محمد کی ماں قوصا بنت حفص تھیں۔ عبداللہ بن جعفر کا کوئی بعید اشارہ بھی نہیں ملتا کہ انھوں نے خاتون کربلا کو اس سفر سے روکا ہو۔ عون ومحمد خصوصاً محمد کو ساتھ کرنا جو حضرت زینبؑ کے بطن سے نہ تھے ان کی سو فی صدی رضامندی اور سفر میں شرکت کی خواہش اور اس سعادت میں حصہ لینے کی آرزو کی روشن علامت ہے عبداللہ بن جعفر کی طرح عون بن جعفر بھی امیر المومنینؑ کے بھتیجے اور داماد تھے وہ بھی اپنی بیوی ام کلثوم کے ساتھ امیر المومنین کے ساتھ رہتے تھے اور امیر المومنین کی شہادت کے بعد امام حسنؑ کے ساتھ دونوں رہنے لگے تھے اور امام حسنؑ کی شہادت کے

بعد امام حسینؑ کے ساتھ رہے اور دونوں امام کے ساتھ کربلا آئے عون بھی کربلا میں شہادت کا آب حیات پی کر زندۂ جاوید ہوگئے۔ (۲/۲۵۵ تنقیح المقال، المقانی)

۸۔ حسینی قافلہ میں امام حسینؑ کے بعد دوسری نمایاں شخصیت خاتون کربلا کی تھی۔ اس کارواں میں خاندان کے مردوں عورتوں سب ہی کی نگاہ خاتون کربلا کے چشم وابرو پر رہتی۔ بلکہ خود سید الشہداء ان سے اپنا درد دل بیان کرتے...... اس سفر میں خاتون کربلا اپنی پوری بصیرت وبیداری کے ساتھ شریک تھیں۔ ان کی حساس طبیعت مستقبل میں ہونے والے واقعات کا عکس لیتی رہتی۔

ان کا گوشِ حق نیوش ہاتف کی آواز سنتا۔ ان کی آنکھیں آنے والے واقعات کی پرچھائیاں دیکھتیں...... جب یہ قافلہ منزل خزیمیّہ پر پہنچا اور امام نے ایک شب وروز وہاں قیام فرمایا تو صبح کو خاتون کربلا نے بھائی سے بیان کیا۔ میں نے کل رات ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا:

اَ لَاْ یَا عَیْنُ فَاحْتَفِلِیْ بِجُھْدٍ
فَمَنْ یَبْکِیْ عَلٰی الشُّھَدَاءِ بَعْدِیْ
عَلٰی قَوْمٍ تَسُوْقُھُمُ الْمَنَایَا
بِمِقْدَارٍ اِلٰی اِنْجَازِ وَعْدٍ

امام نے اس کے جواب میں فرمایا جو قضاء الٰہی میں گذرا ہے وہ ہوگا۔ (۲۲۶ مقتل الحسینؑ خوارزمی ۵۶۸ھ)

خاتون کربلا امام کے لحہ بہ لحہ حالات اور دشمن کے اقدامات پر نظر رکھتیں...... فاضل ابن تمام ۶۴۵ھ کے بیان کے مطابق جب ۲ محرم کو امام نے حسرت آمیز اشعار پڑھے جن میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر تھا اور جن میں اپنی خبر مرگ کا اشارہ تھا تو خاتون کربلا نے بھی وہ شعر سنے اور اس سے پورا پورا اثر لیا۔ بحری (۶/۲۳۹) نے بھی ایک ایسا ہی واقعہ شب عاشور کا لکھا ہے جس کے بعض اجزا غالباً ۲ محرم کے واقعہ سے مخلوط ہوگئے ہیں...... اس موقع پر خاتون کربلا نے جو کچھ بیتابی کے عالم میں کہا اس سے اس انداز فکر کا اظہار ہوگیا کہ وہ امام حسینؑ کو کس نظر سے دیکھتی تھیں...... انھوں نے فرمایا...... آج مجھے محسوس ہوا کہ اپنی ماں، باپ، بھائی کے داغ جدائی سینہ پر اٹھا رہی ہوں۔ (طبری ۶/۲۳۹) امام نے ان کی توجہ کو غم فراق سے ہٹانے کے لئے ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں بیمار امام کے پاس لاکر بٹھا دیا اور انھیں صبر کی وصیت کی۔ ۹ محرم کی شام کو جب اچانک فوج دشمن نے حملہ کیا اور شور وغل ہونے لگا اور امام کی آنکھ لگ گئی تو خاتون کربلا ہی نے آپ کو بیدار کیا اور حالات سے مطلع کیا۔ (۴/۲۹ تاریخ ابن اثیر)

اپنے بھتیجوں میں شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبرؑ اور بیمار امام سید سجادؑ کو انھوں نے ان کی ماں کی موت کی تلخی محسوس ہونے نہ دی ان سے ان کی دلچسپی ایک پھوپھی کی نہیں بلکہ ایک فدائی ماں کی سی محسوس ہوتی ہے۔

حضرت علی اکبرؑ کی شہادت اور نانا کی جیتی جاگتی تصویر کے مٹ جانے پر خاتون کربلا کے تاثرات غم نہایت شدید تھے۔ وہ حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر یَا حَبِیْبَاہُ یَا ثَمَرَۃَ فُؤَادَاہُ یَانُوْرَ عَیْنَاہُ کہتی ہوئی آگئیں۔ اور میت پر گر پڑیں امام نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انھیں ان کے خیمے میں پہنچا دیا۔

(۲/۲۰۱ جلاء العیون)

چھوٹے بڑے واقعات سے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی کہ خاتون کربلا کو سید الشہداء کی زندگی میں کتنا درخور تھا۔ عاشور کو جب امام لباس کہنہ مانگتے ہیں تو تاریخ انھیں کا نام پیش کرتی ہے ہم نہیں بتا سکتے ان لمحات کا سامنا خاتون کربلا نے کس طرح کیا جن میں امامت کی شمع بجھائی جارہی تھی اور قاتل امام کی رگ حیات کو قطع کررہا تھا تاریخ کو ان کا اس موقع کا ایک فقرہ یاد رہ گیا ہے۔ کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا''.......... معلوم نہیں کس حسرت ومایوسی سے خاتون کربلا نے ابن سعد سے کہا: کیوں عمر! ابو عبداللہ الحسین قتل ہورہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ تاریخ نے اس فقرہ کا یہ اثر بتایا ہے کہ ابن سعد کی آنکھوں سے آنسو ڈھل پڑے اور رخسار اور داڑھی پر بہہ نکلے۔ اس نے اپنا منہ خاتون کربلا کی طرف سے پھیر لیا۔ (۴/۴۰ تاریخ ابن اثیر)

۹۔ شہادت امام کے بعد خاتون کربلا کا کردار ایک مخصوص شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں موقع شناسی، ضبط وصبر، عزیزوں کو تسلی، مقصد شہادت کی حفاظت وتشریح شامل ہے۔

امام کی شہادت کے فوراً ہی بعد براہ راست مخدرات عصمت کا دور ابتلا شروع ہوگیا...... خیمے لوٹے گئے، آگ لگائی گئی، بی بیوں کی چادریں چھینی گئیں۔ ان ہولناک وزہرہ گداز وہوش ربا مصائب کو خاتون کربلا نے یوں انگیز کیا جیسے کوئی جہاز راں انتہائی ہوش وگوش سے کام لے کر طوفان میں جہاز کے بچانے کی فکر کرتا ہے اور مسافروں کی تسلی سے غافل نہیں ہوتا۔ ۱۱ر محرم کو پسماندگان امام کا قافلہ ابن زیاد کے پاس لے جانے کے لئے گنج شہیداں سے گذارا جاتا ہے۔ بیمار امام کی حالت اس منظر کو دیکھ کر یاس انگیز ہوجاتی ہے۔ خاتون کربلا انھیں سنبھالتی ہیں۔

لیکن پھر خود اس دردناک منظر کے متعلق ان کے تاثرات کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں...... فرماتی ہیں اے محمدؐ آپ کی نماز جنازہ ملائکہ آسمان نے پڑھی تھی۔ لیکن یہ حسینؑ ریت پر پڑے ہوئے ہیں، ان کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہیں اور آپ کی بیٹیاں قیدی بنائی گئی ہیں اور آپ کی ذریت کو قتل کردیا گیا...... تاریخ نے خاتون کربلا کی اس پُرسوز آہ وفغاں کی تاثیر پر کچھ اشارہ کیا ہے ابن اثیر نے لکھا ہے (۴/۴۲) کہ ان کی فریاد سے کل دوست ودشمن رو پڑے۔

۱۰۔ کوفہ کے بازار ودربار میں خاتون کربلا کی آتشیں تقریر نے لامحدود اثر چھوڑا ہے۔

اسحاق بن خزیمہ نے ۶۱ھ میں اپنے سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے خاتون کربلا کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے.......... بخدا میں نے زینبؑ سے بہتر کوئی مقرر نہیں دیکھا۔ گویا حضرت علیؑ کی زبان سے برجستہ بول رہی ہیں...... خاتون کربلا نے مجمع سے اشارے سے کہا۔ خاموش ہوجاؤ۔ تاریخ نے اس اشارے کی ہیبت کو اس طرح بیان کیا ہے: سانسیں رک گئیں اور باجے خاموش ہوگئے۔

حمد وثنا وصلوٰۃ کے بعد خاتون کربلا نے یادگار تقریر فرمائی۔ (البیان والتبیین جاحظ)

اس موقع پر بیمار امام نے پھوپھی کی بے پناہ اعلیٰ صلاحیتوں پر بڑے ہی بلیغ انداز میں تبصرہ کیا۔

''آپ خدا کے فضل سے ایسی عالمہ ہیں جنھیں تعلیم نہیں

دی گئی اور ایسی فہیم ہیں جنھیں کسی نے سمجھایا نہیں'' جب یہ قافلہ ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا تو خاتون کربلا نے نہایت معمولی کپڑے پہن لئے اور اپنا ایسا حال بنالیا کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ کنیزوں نے بھی انھیں اپنے حلقے میں لے لیا......ابن زیاد نے کہا یہ کون بیٹھی ہے؟ خاتون کربلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے تین بار یہی سوال کیا آخر میں ایک کنیز نے بتایا کہ یہ زینب بنت فاطمہؑ ہیں......ابن زیاد نے کہا......اس خدا کا شکر جس نے (معاذ اللہ) تم کو رسوا کیا اور تمھیں قتل کیا اور تمہارا پول کھول دیا۔ خاتون کربلا نے فرمایا اس خدا کی حمد جس نے ہمیں محمدؐ کے ذریعہ سے بزرگی بخشی اور ہمیں ہر عیب سے پاک بنایا۔ ایسا نہیں ہے جیسا تو کہتا ہے۔ رُسوا فاسق ہوتے اور جھوٹ فاجر بولتے ہیں......ابن زیاد نے کہا تم نے دیکھا اللہ نے تمہارے اہلبیتؑ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا تقدیر الٰہی نے شہادت ان کے لئے معین فرمائی تھی وہ لوگ اپنی خواب گاہوں کی طرف چلے گئے۔ جلد ہی اللہ تجھے اور انھیں اکٹھا کرے گا اور وہ خدا سے انصاف کے طالب ہوں گے...... ابن زیاد مشتعل ہوگیا۔ کہنے لگا خدا نے تمہارے سرکش و نافرمان اہلبیت کے قتل سے مجھے شفا دی۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو خاتون کربلا رو پڑیں اور فرمایا یہ ٹھیک ہے کہ تو نے ہمارے ادھیڑ عمر کے آدمیوں کو قتل کر دیا اور میرے اہل کو باہر نکالا، میری شاخ کو کاٹا، میری جڑ اکھیڑی۔ ان باتوں سے تجھے شفا ہوسکتی تھی تو واقعی تو نے شفا پائی۔ ابن زیاد اس دنداں شکن جواب سے بدحواس ہوگیا اس نے خاتون کربلا کی گفتگو اور ان کی صداقت کے اثر کو گھٹانے اور بیان کی مقبولیت کے اصلی سبب پر پردہ ڈالنے کے لئے اُسے سجع و قافیہ بازی کی طرف منسوب کر کے وقتی طور پر شرمندگی کا پسینہ اپنی پیشانی سے پوچھنا چاہا۔ خاتون کربلا نے فرمایا کہ عورت کو سجع بازی سے کیا دلچسپی۔

(تاریخ کامل ابن اثیر، ۴/ ۴۳)

شیطان ابن زیاد بیمار امام سے اُلجھنے لگا۔ خاتون کربلا کی طرح ابتداء میں امام بھی خاموش رہے اور اس کی بات کا جواب نہیں دیا لیکن جب اس نے بار بار کریدا تو امامؑ کی منطق نے اسے مبہوت کر دیا۔ اس نے اپنی جھنجھلاہٹ کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے امام کے قتل کا حکم دے دیا۔ جب خاتون کربلا نے یہ حکم سنا تو بھتیجے سے لپٹ گئیں۔ اور ابن زیاد سے فرمایا کہ تو نے ہمارا جس قدر خون پیا ہے تیرے لئے بہت کافی ہے۔ کیا تو نے کسی ایک کو بھی ہمارے آدمیوں میں سے زندہ چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو مومن ہے تو میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کردے۔ ابن زیادہ کچھ دیر تک خاتون کربلا کے اس جذبہ قربانی کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا حیرت ہے قرابت کے اثر پر، واللہ میرا خیال ہے کہ ان کی خواہش تھی کہ اگر میں زین العابدین کو قتل کروں تو ان کو بھی قتل کردوں۔

(۴/ ۴۳ تاریخ کامل ابن اثیر)

۱۱۔ دمشق شام میں جب خاتون کربلا کا داخلہ ہوا تو ان کے نفسیات بلند نے قوت کے ساتھ اپنے جوہر دکھائے۔ مشرقی دنیا کے مشہور و معروف فاضل فرید وجدی مصری مرحوم نے اپنی کتاب دائرۂ معارف قرنِ عشرین ۴/ ۷۹۷

مطبوعہ مصر ۱۹۳۷ء) میں خاتون کربلا کے ذکر کا آغاز ان ان لفظوں میں کیا ہے۔ ''کَانَتْ مِنْ فُضْلَیَاتِ النِّسَاءِ وَ جُلْیَاتِ الْعَقَائِلِ'' فرید وجدی نے سرسری طور پر امام کی شہادت اور حرم محترم امام کی دربار ابن زیاد میں پیشی پھر دمشق میں داخلہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے .... جب یہ قیدی دربار میں لائے گئے تو یزید نے حکم دیا کہ ایک طشت میں امام کا سر رکھا جائے۔ یزید امام کے دانتوں پر چھڑی سے بے ادبی کررہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا:

یَا عَذَابَ الْبَیْنِ، اَسْمَعْتَ فَقُلْ
اِنَّمَا تَذْکُرُ شَیْئًا قَدْ فُعِلْ
لَیْتَ اَشْیَا خِیْ بِبَدْرٍ شَھِدُوْا
جَزْعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ
لَاَحَلُّوْا وَاسْتَھَلُّوْا فَرِحًا
ثُمَّ قَالُوْ یَا یَزِیْدُ لَا تَشَلْ

(عبداللہ بن الغبری کے اشعار پر تضمین کرتے ہوئے ان سے کہا ہے) آج اگر ہمارے بدر کے مقتول سردار زندہ ہوتے تو وہ خوش ہوتے اور کہتے اے یزید تیرا ہاتھ کبھی شل نہ ہو......

فرید وجدی لکھتے ہیں: حالانکہ زینبؑ اسیر تھیں لیکن یزید سے یہ شعر سن کر انھوں نے کہا:

''اے یزید اللہ اوراس کے رسولؐ نے سچ کہا ہے...... پھر جن لوگوں نے برائی کی تھی ان کا انجام برا ہی ہوا کیونکہ ان لوگوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اوران کے ساتھ مسخرا پن کیا۔　　(۱/۲۱، ۳۰، روم)

فرید وجدی نے خاتون کربلا کی معرکہ آرا تقریر کا اقتباس بھی دیا ہے۔ جس میں وہ فرماتی ہیں:

............اے یزید تو نے آسمان وزمین کو ہم پر تنگ کرکے قیدیوں کی طرح در بدر پھرا کے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ کے نزدیک ذلیل ہوگئے اور تجھے اس سے بزرگی مل گئی، تو دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق پا کے اترا رہا ہے حالانکہ قدرت نے (مصلحتاً) تجھے ڈھیل دے رکھی ہے............ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے ان کو جو مہلت وفارغ البالی دی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے۔

(۴/۱۷۸، ۳/آل عمران)

یہ بھی فرمایا کہ......اے فتح مکہ کے موقع پر آزاد کردہ جماعت کی اولاد اپنی عورتوں اور کنیزوں کو تو نے پردہ میں رکھا ہے اور رسولؐ کی بیٹیوں کی پردہ دری کی اور در بدر اُن کی تشہیر کی۔ تیری گستاخی کی یہ حد ہے کہ تو کہتا ہے کاش میرے خاندان کے بدر کے کشتہ بزرگ آج زندہ ہوتے اور یہ منظر دیکھتے، تو چھڑی سے ابوعبداللہ (حسینؑ) کے دانتوں سے بے ادبی کررہا ہے۔ تو نے ذریت رسولؐ کا خون بہا کر عترت رسولؐ کی بیخ کنی کی۔ ہمارے شہدا جنت میں ہیں (جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے انھیں ہرگز مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں۔ اپنے پروردگار کے پاس سے روزی پاتے ہیں۔

(۴/۱۶۹، آل عمران ۳)

قیامت میں اسے معلوم ہوتا جس نے تجھے اس جگہ بٹھایا کہ کس کا ٹھکانہ برا ہے اور کس کے مددگار کمزور ہیں۔ جب کہ قاضی اللہ ہوگا اور مدعی رسول ہوں گے اور تیرے

اعضا تیرے خلاف گواہی دیں گے...... اے دشمن خدا تجھ سے بات کرنا میں اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ آنکھیں اشکبار ہیں، دل جل رہا ہے...... ہماری بے حرمتی کے صلہ میں اللہ کے خزانے سے شیاطین کا گروہ سفیہوں کے گروہ سے صلہ کا امیدوار ہے۔

اگر تو نے (آج بظاہر ہمارے قتل سے) فائدہ اٹھالیا ہے تو اس سے اس وقت نقصان اُٹھانا پڑے گا جب سوا تیرے عمل کے تیرے پاس کچھ بھی نہ ہوگا۔ تو ابن مرجانہ (ابن زیاد) کو پکارے گا اور وہ تجھے پکارے گا۔ میں صرف اللہ سے شکایت کرتی ہوں تجھے جو کچھ کرنا ہے کر بخدا عار کا یہ داغ کبھی تیرے دامن سے نہ دُھل سکے گا............

خدا کی حمد کہ اس نے سعادت اور مغفرت کو سرداران جوانان جنت کا انجام قرار دیا اور انھیں جنت عطا کی...... میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ ان کے درجے بلند کرے اور مزید فضل سے ان کو نوازے۔ (۴/ ۹۷۷، دائرۂ معارف قرن عشرین)

ذلت وعزت اور موجودہ زندگی اور آخرت کے متعلق اور سزا و جزا کے مسائل پر خاتون کربلا کے اس برجستہ خطبہ سے جو روشنی پڑتی ہے اس پر پاکیزہ رسولوں اور حق آگاہوں کی ہمیشہ نظر رہی ہے اور ذہن وروحانیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ روز بروز اس کے جوہر کھلتے رہیں گے۔ اس دربار میں ایک اور واقعہ پیش آگیا جس میں خاتون کربلا کی شہامت وبزرگی اظہار ہوا...... ایک ناواقف شامی نے (معاذ اللہ) فاطمہ بنت الحسینؑ کو کنیزی کے لئے یزید سے مانگا...... خاتون کربلا نے فرمایا۔ تو جھوٹا ہے تو نے کمینہ پن کی بات کی۔ یہ حق نہ تجھے ہے نہ خود یزید کو ہے۔ خاتون کربلا نے جس صاعقہ بار انداز میں اُسے جھڑکا اس سے یزید کے نفسیات پیچیدہ ہوگئے۔ اس نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ حق ہے اگر میں کرنا چاہوں تو کرسکتا ہوں۔ خاتون کربلا نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ نے تجھے یہ حق نہیں دیا ہے۔ ہاں اس وقت تو ایسا کرسکتا ہے کہ ہماری ملت سے نکل جائے اور ہمارے دین کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرلے۔ اشتعال وشکست کی ملی جلی کیفیت اس پر طاری ہوئی وہ شعلہ کی طرح بھڑکا اور بجھ گیا۔ کہنے لگا تم مجھ سے اس طرح باتیں کرتی ہو۔ (معاذ اللہ) دین سے نکلے تمہارے باپ اور بھائی۔ خاتون کربلا نے کہا اللہ کے دین اور میرے باپ اور بھائی اور نانا کے دین سے تو نے تیرے باپ نے اور دادا نے ہدایت پائی (لہوف میں یہ ٹکڑا بھی ہے بشرطیکہ تم مسلم بھی ہو) یزید نے کہا (معاذ اللہ) اے دشمن خدا تم جھوٹ بول رہی ہو...... خاتون کربلا نے فرمایا تم حاکم ہو اور ظلم سے گالی دیتے ہو اور اپنے اقتدار سے دباتے ہو۔ اس پر یزید جھینپ گیا۔ (۴/ ۴۴ تاریخ کامل ابن اثیر) جانباز قیدی قیدخانہ میں ڈال دیئے گئے انقلاب کے کوہ آتش فشاں سے دھواں اٹھنے لگا ملک کے مختلف حصوں میں واقعۂ شہادت سے بیداری وجرأت وہمت پیدا ہوئی یزید پر تنقیدیں ہونے لگیں اس سے یزید پریشان ہوگیا۔ اس نے اہل حرم کی رہائی کا اعلان کیا۔ لیکن خاتون کربلا نے دمشق میں مزید چند دن قیام کی خواہش کی تاکہ آزادی کے ساتھ دشمن کے دارالسلطنت میں سید الشہداء اور کشتگان راہ خدا علیہم السلام کا غم منالیں۔ خاتون کربلا نے کئی روز مجلس غم

برپا کی جس میں دمشق کی عورتوں نے شرکت کی، ذہن بدلے، حقیقت سے پردے ہٹے۔

خاتون کربلا ہی کی فرمائش پر یہ قافلہ کربلا ہوتے ہوئے مدینہ چلا۔ کربلا میں کتنے روز قیام رہا۔ بھائی کی قبر سے آخری بار بہن رخصت ہوگر مدینہ آئی اور ساری زندگی بھائی کے نصب العین کی اشاعت کے لئے وقف کردی جس طرح اللہ نے اپنا دین نازل کیا اور سرورؐ انبیاء نے اس کی اشاعت کی اور سید الشہداء نے اسے حیات تازہ بخشی اسی طرح خاتون کربلا نے سید الشہداء کے کارنامہ کو زندہ رکھا، پھیلایا اس کی تشریح کی اور تاریخ کو اس کا امین بنادیا۔

۱۲۔ تاریخ وسیرت، رجال واخلاق کے مصنف جب جب اس عہد کی تاریخ چھیڑتے رہے ہیں تو خاتون کربلا کی عقل وفہم وہمت نے ان کو شدت سے متاثر کیا ہے...... عرصۂ دراز سے خاتون کربلا پر مستقل کتابوں میں اور تاریخ کربلا کے ضمن میں اور صدر اول کی مسلمان خواتین کے ذیل میں اظہار خیال کیا جارہا ہے۔

نظم ونثر میں ادیبوں، مورخوں، شاعروں کے ذہن عظمت بنت بتولؑ پر عقیدت کے موتی لٹاتے رہے ہیں۔

ابوالحسن یحییٰ بن حسن عقیقی عبیدلی م ۲۷۷ھ نے ''اخبار الزینبیات'' ایک کتاب لکھی جس میں ان خواتین پر تاریخی مواد مہیا کیا جن کے نام زینب تھے۔ اس سلسلے میں عبیدی نے خاتون کربلا پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ عربی فارسی اور اردو انگریزی میں چھوٹے بڑے رسالے خاتون کربلا پر شائع ہوتے رہے ہیں۔

ابن طولون نے ''الرسالۃ الزینبیہ'' لکھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے ''رسالہ زینبیہ'' لکھا، حسن قاسم مصری مدیر رسالہ ہدیٰ الاسلام نے رسالہ ''سیدہ زینب'' لکھا۔ ان کے علاوہ مصریوں نے مختلف اوقات میں بہت سے رسالے شائع کئے۔ عصر قریب میں ایک قابل توجہ کتاب فاضل نجف شیخ جعفر نقدی مرحوم نے ''زینبؑ کبریٰ'' لکھی۔

چار پانچ سال ہوئے ڈاکٹر بنت الشاطی مصری مشہور خاتون نے ''بطلۃ الکربلا'' کتاب لکھی جس کا ترجمہ میری نگرانی میں خان بہادر سید محمد عباس صاحب نے کیا جس کا ایک ایڈیشن ادارۂ سرفراز نے شائع کیا اور دوسرا اڈیشن امامیہ مشن لاہور نے شائع کیا ہے۔ انگریزی میں محمد سالمین صاحب نے بمبئی سے ایک کتاب شائع کی۔ فارسی میں عباس علی خاں مستونی فرزند صاحب ناسخ نے ''طراز مذہب'' لکھی تھی۔ بطلۃ الکربلا ڈاکٹر بنت الشاطی کے دو ترجمے بھی فارسی میں شائع ہوگئے ہیں۔ دو ایک کتابیں عہد حاضر میں دوسرے مصنفوں کی بھی ایران میں شائع ہوئی ہیں۔

اردو میں بھی کئی کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں۔ صادق حسین صاحب بی اے مرحوم کی کتاب ''ثانی زہرا'' ایک سنجیدہ کتاب ہے ابھی ابھی امامیہ مشن لکھنؤ نے ایک کتابچہ ''خاتون کربلا'' مکرمہ صالحہ عنایت حسین کا شائع کیا ہے جو خلوص وسادگی وعقیدت کی گرم جوشی سے پُر ہے۔

❁❁❁